هذا القرآن لا یأتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیرًا۔ اگر تمام انسان وجن اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ہرگز نہیں لاسکتے ہیں کے کیا معنی ہوں گے کیونکہ وہ شخص جس سے قوت معارضہ سلب کرلی جائے پھر اسکو تحدی کے ساتھ کسطرح مخاطب کیا جاسکتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اعجاز کی نسبت قرآن شریف کی طرف کیجاتی ہے اگر خدا نے اس قوت معارضہ کو سلب کرلیا ہے تو خدا معجز ہوا نہ کہ قرآن مجید۔ اور پھر اسکو دوسرے کلاموں پر کسطرح فوقیت وفضیلت حاصل ہوسکتی ہے کیونکہ فی نفسہٖ دیگر کلاموں کی طرح معجز ہوا۔

امام رازی[سلہ] نے بھی اس مذہب کی کمزوری ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر اہل عرب خدا کے عاجز کردینے سے معارضہ کی تاب نلا سکے تو ان کے دلوں میں قرآن کی غایت درجہ کی عظمت کیوں[تلہ] تھی۔ کیونکہ سلب قوت سے پہلے وہ ضرور قادر رہوں گے۔ اب تو تعذر کی وجہ سے ان کو صرف تعجب ہی ہوسکتا ہے۔ اسیطرح[ثلہ] اخبار بالغیب یا عدم اختلاف وتناقض کو بھی وجوہ اعجاز میں سے نہیں قرار دیا جاسکتا۔ کیونکہ اخبار بالغیب صرف چند آیتوں میں ہے اور تحدی قرآن جملہ آیات کیساتھ کیگئی ہے۔ اسی طرح کلام عرب میں بہت سے ایسے خطب ومقالات ہیں جنکی مقدار سورہ کوثر کے برابر ہے اور انمیں تناقض نہیں تو کیا وہ بھی معجز ہونگے؟ حقیقت امر یہ ہے کہ ہرشخص اپنے ذوق کے مطابق وجہ اعجاز قرار دیتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ وجوہ اعجاز کوئی آپس میں متناقض ومتخالف نہیں اور نہ صرف ان چند صورتوں کے اندر محدود ہیں اسکی مثال ایسی ہے کہ جب ماہرین فن کے سامنے ایک حسین شے لائی جاتی ہے تو کوئی اسکے نقش ونگار کا مدح سرا ہوتا ہے تو کوئی اسکی معنوی خوبیوں پر فریفتہ نظر آتا ہے۔ اور کوئی اسکی رفتار وگفتار کو پسند کرتا ہے حالانکہ وہ ان سب کا مجموعہ ہے۔

عباراتنا شتی وحسنك واحدٌ ہماری تعبیرات اگرچہ مختلف ہیں لیکن تیرا حسن ایک ہی ہے۔
وکل الی ذاك الجمال یشیر اور سب کا مشارالیہ وہی سراپا جمال ہے۔

(باقی دارد)

اخلاق نبوی اور قرآن کریم

(ازمولوی عبیداللہ ٹونکی (مولوی عالم) متعلم رحمانیہ)

یہ مضمون طلبا رحمانیہ کی مرکزی انجمن جمعیۃ الخطابہ کے ایک خصوصی اجلاس متعلقہ سیرت نبوی میں پڑھکر سنایا گیا تھا ۱۲۔ (ایڈیٹر)

انسان کی عملی وارادی حرکات بلکہ اسکی پوری زندگی مختلف قوتوں اور طاقتوں کی رہین منت رہی ہے وہ کبھی اپنی اندرونی قوت کے زیر اثر کسی چیز کا ادراک کرتا ہے۔ اور اس کے حسن وقبح نافع اور ضار ہونیکے اسباب وعلل پر آگاہی حاصل کرتا ہے اور کبھی اسکی فکر نارسا اشیاء کی حقائق کے معلوم کرنے میں عاجز رہتی ہے تو اسوقت اسکو ایک ایسی قوت کی ضرورت

محسوس ہوتی ہے جو صحیح معنی میں اسکی رہبری کرسکے اور اسکو منزل مقصود تک پہنچادے۔ وہ قوت قانون ربانی ہے جس کو مذہب کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ جو کہ حقیقی طور پر اسکی سربراہی و راہنمائی کرسکتا ہے اور اس عالم گم گشتدگی میں خضر راہ ثابت ہوسکتا ہے۔

انسان جب مقصود کو حاصل کرنیکے لئے اپنی توجہ اسباب وعلل کیطرف منعطف کرتا ہے اور وہ وسائل اختیار کرتا ہے جس سے کہ مقصود حاصل ہونیکی امید ہوتی ہے۔ تو ان وسائل وذرائع کو مذہب اپنی روشنی میں جانچتا اور پرکھتا ہے۔ اور میدان تحقیق میں صحیح نتائج وحقائق پیش کردیتا ہے مذاہب عالم نے جہاں اور دیگر امور کو ضروری قرار دیا وہاں اخلاق کو بھی عنصر لاینفک تصور کیا۔ اسلام سے پہلے قریب قریب تمام ادیان نے اسمیں حصہ لیا۔ لیکن بعض تو افراط وتفریط کی دلدل میں پھنسکر رہ گئے اور بعض مذاہب نے حالات وواقعات سے مجبور ہوکر اخلاق کے جمیع گوشہ جات کے احاطہ سے قاصر رہے۔ لیکن جب اسلام آیا تو اس نے اخلاق کے منتشر اور ناکمل اجزا سے (جو مختلف قوموں میں پائے جاتے تھے) حشو وزوائد کو دور کیا اور مناسب اضافہ کے ساتھ ایک بہترین مجموعہ قرآنی شکل میں پیش کرکے اس تشنگی کو بجھادیا جو اسلام سے پہلے محسوس کیجاتی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کا مقصد ہی تکمیل اخلاق قرار دیا چنانچہ فرمایا انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ہ یعنی میں اس غرض سے پیغمبر بناکر بھیجا گیا ہوں تاکہ فضائل اخلاق کی تکمیل کروں۔

تعلیم قرآنی کو آپ نے نہ صرف بیان کیا بلکہ اسکی ہر ایک جزئی کو عملی جامہ پہناکر مخلوق کے سامنے کھلے بندوں پیش بھی کردیا حضرت عائشہؓ ایک صحابی کو جواب دیتے ہوئے فرماتی ہیں ان خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان القرآن (ابوداؤد) گویا قرآنی تعلیم کا پرتو سرور دوعالمؐ کی ذات اقدس میں کامل طریقہ سے جلوہ نمائی کررہا تھا جب ہی تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ کا اخلاق کلام مجید ہے۔ اس اجمال کی تفصیل بسط کی محتاج ہے اسلئے بطور تمثیل چند واقعات سے قران کریم کا اخلاق نبوی سے موازنہ کیا جاتا ہے۔

ناظرین! اخلاق رذیلہ میں ہر وہ فعل شامل ہے جسکی شریعت نے مذمت کی ہو۔ جیسے جھوٹ بولنا۔ غریبوں پر ظلم کرنا۔ وعدہ خلافی کرنا۔ خیانت کرنا۔ نادار ومفلس کو حقیر شمار کرنا۔ بدسلوکی کرنا احسان فراموشی کرنا۔ بزرگوں کی شان میں گستاخی کرنا۔ غیبت کرنا۔ بغض وحسد رکھنا۔ نمامی کرنا بزدلی کرنا احسان جتانا وغیرہ یہ سب اخلاق رذیلہ کی فہرست میں داخل ہیں۔ اور خلق حسن ہر اس فعل کو کہا جائیگا جسکی شریعت نے تعریف کی ہو اور مستحسن نظر سے دیکھا ہو۔ جیسے فروتنی۔ صلہ رحمی۔ مظلوم کی مدد۔ تیمارداری۔ غمخواری مہمان نوازی۔ راستبازی۔ بہادری۔ سخاوت۔ حلم وبردباری۔ عفو وکرم۔ ہمت واستقلال طہارت وعدالت وغیرہ ہیں۔

یہ آپ ہی کی خصوصیت تھی کہ امت کے سامنے مجسمۂ عمل بنکر بتلایا۔ اور یہ آپ کی امت کا امتیازی طغرا ہے کہ ان کے مقدس نبیؐ کا کامل اسوہ من وعن ان کے پاس موجود ہے۔ تمام اوصاف حمیدہ اور خصائل جمیلہ جو آپ کی ذات جامع کمالات میں تھے اسکا اظہار قرآن نے باین الفاظ کیا۔ انک لعلی خلق عظیم ہ اے محمدؐ تم بہت بڑے خلق پر ہو۔

بعض متعصب اور کوتاہ چشم دشمنان اسلام یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ سخت دل اور بیرحم تھے۔ نعوذ باللہ اس سے بڑھکر بے بنیاد الزام اور کیا ہوسکتا ہے کہ رحمۃ للعالمین کو سنگدل اور شقی القلب کہا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے

انصاف کا خون کیا۔ عصبیت نے ان کو صحیح خیالات کے اظہار سے روکے رکھا۔ ورنہ ایسا ہو سکتا ہے کہ جو نبی تمام جہاں کیلئے رحمت بنکر آیا ہو وہ اخلاق کے بہترین جوہر سے محروم رہے۔ قرآن شریف نے ان کے خلاف یہ شہادت دی فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک۔ (آل عمران) خدا کی رحمت سے تم ان کے ساتھ نرمی برتتے ہو اور اگر تم کج خلق اور سنگدل ہوتے تو یہ لوگ تمہارے آس پاس سے چلے جاتے۔ اسی طرح بیسیوں واقعات انکی تردید میں موجود ہیں حد تو یہ ہے کہ آپ ہر ذی کبد پر تلطف و نرمی کی تلقین کیا کرتے ہیں۔ پھر کیونکر آپ کو سنگدل کہا جا سکتا ہے (عفوۃ کرم) تاریخ شاہد ہے کہ آپ نے حدود شرعیہ کے علاوہ کبھی کسی سے ذاتی معاملہ میں انتقام نہیں لیا۔ فتح مکہ کے وقت آپ کے جانی دشمن مغلوب ہو کر سامنے آتے ہیں جن کے دست تظلم سے آپ کو طرح طرح کی اذیتیں پہونچی تھیں جانی و مالی اور روحانی ہر قسم کا صدمہ آپ کو اٹھانا پڑا حتیٰ کہ وطن مالوف کو بھی خیرباد کہا لیکن جب آپ کی خدمت میں قیدی کی حیثیت سے پیش کئے جاتے ہیں تو بجائے اس کے کہ آپ ایک موذی دشمن سے انتقام لیتے۔ نہایت فراخ دلی سے فرماتے ہیں۔ لاتثریب علیکم الیوم فاذھبوا انتم الطلقا؟۔ آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔ یہ اخلاق کا بلند ترین مقام ہے کہ ایک ایسے دشمن سے جو خون کا پیاسا ہو اور جس نے ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا ہو۔ قابو میں آنے کے بعد درگذر کیا جائے اور کچھ تعرض نہ ہو۔ باوجودیکہ آپ ہر قسم کے بدلہ لینے پر قادر تھے۔ اور اخلاقاً بھی کوئی جرم نہ تھا لیکن پھر بھی طبیعت کے خلاف دست انتقام دراز نہیں کرتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں۔ یہ اخلاق کا بہترین نمونہ ہے جسکی نظیر بہت نادرالوجود ہے۔ لیکن محمد صلعم (فداہ ابی و امی) کی زندگی میں اس قسم کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ قرآن نے بھی اسی اخلاق کی تعلیم دی والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس۔ (صداقت اور سچائی) انبیاء کے لئے ایک ضروری صفت ہے اس لحاظ سے اس کی تفصیل کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ لیکن مخالفین کے بعض واقعات نقل کر کے یہ دکھانا مقصود ہے کہ آنحضرتؐ کو دشمن بھی صداقت جیسے اخلاقی زیور سے آراستہ پاتے تھے۔

جب آنحضرت صلعم کو خداوند تعالیٰ کی جانب سے حکم ہوا کہ اپنے خاندان والوں کو دعوت اسلام دیں تو آپ نے ایک پہاڑ پر چڑھکر قبیلۂ قریش کو جمع کیا اور فرمایا اے لوگو اگر میں تم سے یہ کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر آ رہا ہے تو کیا تم میری تصدیق کروگے۔ سب نے کہا بیشک ہم آپ کو سچا سمجھینگے کیونکہ ہمنے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔ اسی طرح ابوجہل کا مقولہ ہے (جو اسلام کا سخت ترین دشمن تھا) کہ اے محمدؐ میں تمہیں جھوٹا نہیں سمجھتا۔ لیکن مجھے تمہارے خیالات سے اتفاق نہیں۔

کفار نے آپ کو ساحر مجنوں شاعر و کاہن سب کچھ کہا لیکن کاذب نہیں کہا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ آپ کذب جیسی بدترین صفت سے بالکل بری ہیں۔ قرآن نے بھی یہی تعلیم دی کہ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وقولوا قولاً سدیدا ط (احزاب رکوع ۹) آنحضرت نے اسپر عمل کر کے نہ صرف موافقین بلکہ مخالفین سے بھی خراج تحسین حاصل کر لیا۔

عزم واستقلال قرآن کریم نے اخلاق کے اصلی عناصر عزم واستقلال کی طرف بھی توجہ دلائی چنانچہ ارشاد ہوا فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ان اللہ یحب المتوکلین ط (آل عمران رکوع ۱۷) آپ کا عملی پہلو اس کے متعلق